حسن بصری اور حضرت ولی کیساتھ انکا اتصال

ڈاکٹر محمد مظہر بقاؒ

حضرت حسن کا نام و نسب

حسن نام ہے اور ابو سعید کنیت' بصری کی نسبت سے معروف ہیں - مدینہ میں پیدا ہوئے - اسوقت جب کہ خلافت فاروقی کے دو سال باقی تھے - اس حساب سے سنہ ولادت ۲۱ھ / ۶۴۲ء ہوتا ہے -

انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کے مضمون نگار نکلسن لکھتے ہیں کہ :-

"Hasan Al-Basri (Abu Sa'īd) was born at Wadi 'l-Qura.

گویا نکلسن حضرت حسن کی جائے پیدائش مدینہ کے بجائے وادی القری[1] قرار دیتے ہیں - نکلسن نے اپنے اس مضمون کے

---

۱ یاقوت حموی کہتے ہیں کہ وادی القری مدینہ کے اعمال میں مدینہ اور شام کے درمیان ایک وادی ہے جسمیں بہت سی بستیاں تھیں جو اب ویران ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر سے فارغ ہوکر اسے فتح کیا تھا اسکے بعد وہاں کے لوگوں نے جزیہ پر صلح کرلی تھی - ابو عبید اللہ السکونی کہتے ہیں کہ وادی القری اور حجر اور جناب پرانے زمانہ میں ثموذ اور عاد کے مسکن تھے جن کے آثار ابتک باقی ہیں' پھر یہ یہود کے مسکن بنے پھر اسمیں قضاعہ پھر جہینہ اور عذرہ اور بلی آباد ہوئے (معجم البلدان ۱۹/۳۳۸' ۳۴۵) اور حجر وہی ہے جہاں غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور نے قیام فرمایا تھا اور اسکے کنویں کا پانی استعمال کرنے سے منع فرمایا تھا -
(معجم ما استعجم ۱-۳۲۹' ۳۳۰)

اثنا میں اور اسکے آخر میں حسب ذیل عربی ماخذ کا حوالہ دیا ہے -

طبری کی تاریخ' شعرانی کی الطبقات الکبری' ابن قتیبہ کی معارف' ابو طالب مکی کی قوت القلوب' ابن خلکان کی وفیات اور علی ھجویری کی کشف المحجوب - لیکن ان ماخذ میں سے کسی میں یہ نہیں کہ حسن وادی القری میں پیدا ہوئے - اسکے برخلاف ابن خلکان' جو نکلسن کے ماخذ میں سے ایک ماخذ ہیں اسکی تصریح کرتے ہیں کہ حسن مدینے میں پیدا ہوئے البتہ اسکے ساتھہ ساتھہ وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ''نشأ بوادی القری'' یعنی انکا نشو و نما وادی القری میں ہوا۱- ابن سعد نے بھی مدینہ کو جائے ولادت بتا کر لکھا ہے کہ انکا نشو و نما وادی القری میں ہوا۲ اور ابن قتیبہ جائے ولادت کے بارے میں خاموش ہیں اور نشو و نما وادی القری میں بتاتے ہیں۳

لسان العرب میں ہے نشأ ینشأ نشوأ و نشأ و نشاءۃ و نشاءۃ' حیی و انشأ اللہ الخلق ای ابتدأ خلقھم - و نشأ ینشأ نشأ و نشوأ و نشأ'' ربا و شب و نشأت فی بنی فلان نشأ و نشوأ' شبلیت فیھم۴-

معلوم ہوا کہ نشأ کے دو معنی ہیں ایک زندہ ہونا

---

۱ (وفیات ۳۰۴/۱' ۳۰۵)

۲ (طبقات ۱۵۶/۷' ۱۵۷!)

۳ (معارف ۱۹۴' ۱۹۵) -

۴ (۱۶۵/۱) -

دوسرے پرورش پانا ۔ نشأ کے معنی پیدا ہونے کے نہیں کہ
نشأ بوادی القری کا ترجمہ "was born at wadi 'l-Qura"
کر دیا جائے اور نکلسن جیسے عربی کے فاضل سے یہ بعید بھی ہے
پھر اسکے سوا کیا کہا جائے کہ ان سے یہ مسامحت ہوئی ہے ۔
نکلسن کی یہ بات دور رس اثرات و نتائج کی حامل ہے
تفصیل تو بعد میں آئیگی' لیکن یہاں اتنا اشارہ ضروری ہے کہ
مدینہ یا بصرہ یہی دو مقامات ایسے ہو سکتے ہیں جہاں حضرت
علی کے ساتھ حضرت حسن کا لقاء ممکن ہے ۔ مسلم مورخین
کے یہاں یہ تصریح بھی ملتی ہے کہ بصرہ میں دونوں کی
ملاقات نہیں ہوئی' یہ بھی ملتا ہے کہ حسن کا نشو و نما
وادی القری میں ہوا' اب صرف مدینہ رہ جاتا ہے کہ اگر وہاں
پیدائش مان لی جائے تو جس مدت تک بھی حسن مدینے میں
رہے ہوں' اسمیں لقاء کا امکان رہتا ہے اور اگر یہ کہدیا جائے
کہ وہ پیدا ہی وادی القری میں ہوئے' تو یہ امکان بھی ختم
ہو جاتا ہے اور اسطرح احادیث پر اسکا جو اثر مرتب ہوتا ہے اس
سے قطع نظر اس اساس پر بھی کاری ضرب پڑتی ہے جس پر تصوف
کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے کیونکہ تصوف کے بیشتر سلسلے
حسن کے توسط سے علی تک پہونچتے ہیں ۔

ابن حیان نے لکھا ہے کہ حسن "ربذہ" میں پیدا ہوئے
اور مدینے میں انکا نشو و نما ہوا ۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے
کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کا نشو و نما مدینہ میں
ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ وادی القری میں[1] ۔ "ربذہ" مدینہ

---

[1] (اخبار القضاۃ ۲/۳'۴) ۔

سے حجاز کے راستہ میں تین یوم تقریباً (۸۴ میل) کی مسافت پر ایک گاؤں ہے جسمیں حضرت ابو ذر غفاری رض کی قبر بھی ہے۱ حضرت عمر نے ربذہ کو اونٹوں کی چراگاہ کیلئے مخصوص کردیا تھا۲ -

آپکی والدہ کا نام خیرہ۳ تھا جو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں۴ والد کا نام یسار۵

---

۱ (معجم البلدان ۹/۴۴)

۲ (معجم مااستعجم ۲/۶۳۳) -

۳ خلیفہ ابن خیاط (طبقات ص ۲۱۰/۱۰) نے والدہ کا نام "جبرہ" لکھا ہے جو بظاہر خیرہ کی تصحیف ہے اور ابن حیان (اخبار القضاۃ ۲/۵) نے "صفیہ" لکھا ہے -

۴ بیشتر تذکرہ نگار یہی لکھتے ہیں - لیکن ابن سعد نے (طبقات ۷/۱۵۶) خود حضرت حسن کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ میرے والدین بنو نجار کے ایک شخص کے غلام تھے ' اس نے انصار میں سے بنو سلمہ کی ایک عورت سے شادی کی اور دونوں کو مہر کے طور پر اسے دیدیا ' اس عورت نے دونوں کو آزاد کر دیا - حضرت حسن کا یہ قول ذکر کرنے کے بعد ابن سعد لکھتے ہیں کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی والدہ ام سلمہ کی باندی تھیں - (ایضا)

۵ تذکرہ نگار عام طور پر حسن بصری کے والد کا نام یسار بتاتے ہیں لیکن طبری نے انکے والد کا نام حبیب لکھا ہے اور مذھباً انہیں نصرانی بتایا ہے (تاریخ ۱/۲۰۲۹-۱) اور ابن کثیر نے یسار کے ساتھ ساتھ انکا نام "ابرد" بھی لکھا ہے (البدایہ والنھایہ ۹/۲۶۶) -

تھا اور کنیت ابو الحسن - آپکے والد میسان کے قیدیوں میں سے تھے[1] -

حضرت حسن کے دو بھائی اور بھی تھے' ایک سعید جن کا ذکر متعدد حضرات نے کیا ہے اور بخاری نے لکھا ہے کہ سعید کا انتقال حسن کی زندگی ہی میں سنہ ۱۰۰ھ میں ہو گیا تھا[2] -

ابن القیسرانی نے سعید کے ساتھ عمارہ نام کے ایک اور بھائی

---

۱ بصرہ کی سر زمین میں میسان ایک جگہ ہے - حضرت عمر نے نعمان بن نضلہ کو میسان کا گورنر مقرر کیا تھا (وفیات ۱/۳۵۴ معجم ما استعجم ۴/۱۲۸۳) محمد اسماعیل صاوی' ابن قتیبہ کی معارف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ میسان بصرہ اور واسط کے درمیان ایک ضلع ہے - بقول ابن قتیبہ اسے عہد فاروقی میں مغیرہ نے اسوقت فتح کیا تھا جب حضرت عمر نے انہیں بصرہ کا والی بنایا تھا (معارف ص ۹۴) ابن حیان لکھتے ہیں کہ میسان کو عتبہ بن غزوان نے فتح کیا تھا جبکہ وہ بصرہ کے والی تھے - (اخبارالقضاۃ ۲/۴) انسان العیون میں ہے کہ حسن بصری کے والد فارس کی ایک جنگ میں حضرت خالد کے ہاتھوں قید ہوئے القول حاشیہ ص ۳۱) نکلسن بھی یہی لکھتے ہیں کہ فتح عراق کے دوران ۱۲ھ میں خالد بن ولید کے ہاتھوں قید ہوئے -
(Encyclopeadia of Religion and Ethics Vol. VI, p. 525)
ابن قتیبہ (معارف ص ۹۴) اور ابن حیان (اخبار القضاۃ ۲/۴) نے بعض لوگوں کا یہ قول بھی ذکر کیا ہے کہ حسن کے والد یسار' میسان کے بجائے نہر المراۃ کے قیدیوں میں سے تھے -

۲۔ تاریخ صغیر ص ۱۱۷

کا بھی ذکر کیا ہے[۱]۔ ابن سعد[۲]، ابن قتیبہ[۳]، ابو نعیم[۴]، ابن خلکان[۵] اور دوسرے معتدد حضرات نے لکھا ہے۔ کہ حسن کے دودھ پینے کے زمانہ میں جب انکی والدہ کسی کام سے باہر جاتا کرتی تھیں اور حسن رونے لگتے تھے تو ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہیں بہلانے کیلئے ان کے منہ میں اپنا پستان دیدیا کرتی تھیں، انمیں دودھ بھی اتر آتا تھا اور حسن کی فصاحت و بلاغت، علم و حکمت اور ورع و تقوی اسی دودھ کی برکت ہے۔

اسمیں اختلاف ہے کہ حسن بصری کے والد کسی کے غلام تھے۔ ابن القیسرانی[۶]، بخاری[۷]، ابن ابی حاتم[۸]، نووی[۹]، ذہبی[۱۰]، ابن عماد حنبلی[۱۱]، ابن خلکان[۱۲]، ابن اثیر[۱۳]، نکلسن[۱۴] (R.A. Nicholson) اور آربری[۱۵] (A.F. Arbery) لکھتے ہیں کہ حسن کے والد یسار زید بن ثابت رض کے غلام تھے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں بھی یہی ہے[۱۶]

۱ کتاب الجمع ۱/۸۰
۲ طبقات ۷/۱۵۶-۱۵۷
۳ معارف ص ۱۹۴-۱۹۵
۴ حلیہ ۲/۱۴۷
۵ وفیات ۱/۳۵۴-۳۵۵
۶ کتاب الجمع ۱/۸۰
۷ تاریخ کبیر قسم ۲ ج ۱ ص ۲۸۷، تاریخ صغیر ص ۱۱۷
۸ کتاب الجرح ج ۱ قسم ۲ ص ۴۰
۹ تہذیب الاسماء ۱/۱۶۱
۱۰ تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۱
۱۱ شذرات ۱/۱۳۶
۱۲ وفیات ۱/۳۵۴
۱۳ البدایہ ۹/۲۶۶
۱۴ Encyclopaedia of Religion and Ethics, vol. VI. p. 525.
۱۵ Muslim Saints, p. 19.
۱۶ ۲/۲۷۳

ابن سعد[1] اور خطیب تبریزی[2] لکھتے ہیں کہ یسار ربیع بنت نضر نے خرید کر آزاد کیا تھا ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بعض لوگ یسار کو جابر بن عبداللہ کا غلام کہتے ہیں[3]۔

نووی[4] اور ذہبی[5] بعض حضرات کا یہ ضعیف قول بھی نقل کرتے ہیں کہ وہ جمیل ابن قطبہ کے غلام تھے۔ وکیع محمد بن خلف نقل کرتے ہیں کہ وہ ابو الیسر انصاری کے غلام تھے[6]۔

خلیفہ ابن خیاط نے ام جمیل بنت قطبہ بن عامر بن جریدہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ کا غلام بتایا ہے اور لکھا ہے کہ ام جمیل، زید بن ثابت کی بیوی تھیں[7]۔

۱	طبقات ۷/۱۵۶	۲	اکمال ص ۸
۳	البدایہ ۹/۲۶۶	۴	تہذیب الاسماء ۱/۱۶۱
۵	تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۷	۶	اخبار القضاۃ ۲/۴

۷ طبقات خلیفہ ص ۲۱۰۔ اس سے قطع نظر کہ حسن بصری کے والد جمیل بن قطبہ یا ام جمیل بنت قطبہ کے غلام ہیں یا نہیں، حقیقت حال یہ ہے کہ جمیل بن قطبہ نام کے کوئی صحابی ہیں ہی نہیں۔ ابن اثیر کی تجرید اسماء صحابہ، ابن عبد البر کی استیعاب اور ابن جوزی کی تلقیح کسی بھی ایسے صحابی کے ذکر سے خالی ہیں جنکا نام جمیل ابن قطبہ ہو۔ البتہ زید بن ثابت کی بیوی ام جمیل بنت قطبہ کا نام صحابیہ کی حیثیت سے الاصابہ (۴/۴۳۷) اور تلقیح (ص ۱۷۶) وغیرہ میں ملتا ہے، اسطرح یہ اختلاف بھی خفیف ہو جاتا ہے کہ یسار زید بن ثابت کے غلام تھے یا ام جمیل بنت قطبہ کے، کیونکہ ایک ہی گھر سے تعلق ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اشتباہ ہوا اور کسی نے شوہر کا غلام سمجھا اور کسی نے بیوی کا۔

(بقیہ صفحہ ۸ پر)

ابن حجر[۱]، شعرانی[۲] اور کرمانی[۳] نے اختلاف سے بچنے کے لئے یہ صورت اختیار کی کہ کسی خاص شخص کا غلام بتانے کے بجائے مولی الانصار یا مولاھم کہدیا یعنی یہ کہ وہ انصار کے غلام تھے کیونکہ اختلاف کے باوجود اسپر اتفاق ھے کہ بہر حال وہ کسی انصاری ھی کے غلام تھے۔

نشو و نما

جیسا کہ پہلے گذر چکا ھے عام مورخین یہی کہتے ھیں کہ حسن مدینہ میں پیدا ھوئے - البتہ اسمیں شدید اختلاف ھے کہ ان کا نشو و نما کہاں ھوا۔

(بقیہ صفحہ ۷ سے)

طبقات ابن سعد (۱۵۶/۷) میں حضرت حسن سے جو یہ روایت آتی ھے کہ میرے والدین بنو نجار کے ایک شخص کے غلام تھے، اس نے انصار میں سے بنو سلمہ کی ایک عورت سے شادی کی اور دونوں کو مہر کے طور پر اسے دیدیا، اس عورت نے دونوں کو آزاد کردیا۔ یہ روایت بھی اس صورت میں جزوی طور پر منطبق ھو جاتی ھے یعنی والد کی حد تک، کیونکہ حضرت زید بن ثابت بنو نجار میں سے ھیں (استیعاب ۵۵۱/۱) اور ام جمیل بنو سلمہ سے ھیں جیسا کہ ان کے جد اعلیٰ کے نام سے ظاہر ھے البتہ والدہ کے معاملہ میں یہ الجھن برقرار رھیگی۔ ممکن ھے یہ بات حضرت حسن نے صرف اپنے والد کیلئے کہی ھو اور بعد کے کسی راوی سے سہواً والدین ھو گیا۔ واللہ اعلم۔

۱ تہذیب ۲۶۳/۲ ۲ الطبقات الکبری ۲۵/۱

۳ الکواکب الدراری ۱۴۲/۱

ابن سعد[1]، ابن قتیبہ[2]، ابن خلکان[3]، نووی[4]، کرمانی[5] اور ابن حجر[6] لکھتے ھیں کہ حسن کا نشو و نما وادی القری میں ہوا - ان حضرات میں سے ابن سعد، ابن خلکان اور کرمانی اسکی تصریح بھی کرتے ھیں کہ وہ مدینہ میں پیدا ہوئے -

اگر ان کا نشو و نما وادی القری میں ہوا ھے تو اسکا مطلب یہ ھے کہ حسن بچپن ھی میں کسی وقت مدینہ سے وادی القری گئے - چونکہ اس عمر میں نہ کوئی شخص خود کسی دور دراز مقام پر جا سکتا ھے اور نہ کسی اجنبی جگھہ پہنچکر مستقل اور خود کفیل زندگی بسر کر سکتا، اسلئے ضروری ھے کہ کوئی انہیں لے جانے والا ہو اور وادی القری میں کوئی ٹھکانہ ہو جہاں وہ دوسرے کی زیر کفالت رہ سکیں - لیکن کسی بھی معروف تذکرہ سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کس کے ساتھہ وادی القری گئے اور وہاں کس کے پاس رہے -

حضرت حسن کے والدین کو جن حضرات کا غلام کہا جاتا ھے کسی تذکرہ سے معلوم نہیں ہوتا کہ ان میں سے کوئی بھی وادی القری میں جا کر رہا ہو - اسی طرح حسن کے والدین یا انمیں سے کسی ایک کا وادی القری جا کر رہنے کا ذکر بھی کسی تذکرہ میں نہیں ملتا اور کسی تذکرہ سے یہ بھی

---

۱ طبقات ۷/۱۵۶، ۱۵۷ ۲ معارف ص ۱۹۴، ۱۹۵

۳ وفیات ۱/۳۵۴، ۳۵۵ ۴ تہذیب الاسماء ۱/۱۶۱

۵ الکواکب الداری ۱/۱۴۲ ۶ تہذیب ۲/۲۶۳

معلوم نہیں ہوتا کہ حسن کا کوئی عزیز وادی القری میں ہو اور حسن کو کسی کے ہمراہ انکے پاس بھیج دیا گیا ہو۔

ابن سعد جو حسن کے لئے قدیم ترین ماخذ میں سے ایک ہیں ایک طرف تو یہ لکھتے ہیں کہ حسن کی ولادت مدینہ میں اور نشو و نما وادی القری میں ہوا، دوسری جانب مختلف سندوں اور مختلف لوگوں کے حوالوں سے یہ بھی کہتے ہین کہ :-

(الف) حسن کہتے ہیں کہ میں نے عثمان کو خطبہ دیتے سنا اور خطبہ کے دوران کھڑے اور بیٹھے دیکھا، اسوقت میں پندرہ سال کا تھا۔[۱]

(ب) ابو رجاء نے جب حسن سے دریافت کیا کہ آپ مدینہ کب تک رہے تو انھوں نے جواب دیا کہ صفین کی جنگ تک[۲]۔

(ج) شہادت عثمان کے وقت حسن چودہ سال کے تھے اور انھوں نے ہثمان کو دیکھا بھی ہے اور ان سے سنا بھی ہے[۳]۔

---

۱ طبقات ۷/۱۵۷

۲ ایضا

۳ ایضا، طبری لکھتے ہیں کہ ابو عمرو نے حسن سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے حضرت عثمان کو دیکھا تھا، تو انھوں نے انکے جواب میں پورا واقعہ بیان کیا کہ میں اسوقت سمجھدار تھا اور اپنے ہم عصروں کیساتھ مسجد میں موجود تھا، جب شور زیادہ ہوا تو میں بھی گھٹنوں کے بل اٹھا یا کہا کہ کھڑا ہوگیا۔ مسجد کے اطراف میں لوگ جمع تھے اور اہل مدینہ کو

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

(د) حسن کہتے ہیں کہ میں ازواج مطہرات کے گھروں میں جایا کرتا تھا اور انکے گھروں کی چھتوں سے ہاتھ لگا لیا کرتا تھا[۱]۔

ان تمام روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حسن کا نشو و نما مدینے میں ہوا۔ پھر ابن سعد کا یہ لکھہ دینا کہ ان کا نشو و نما وادی القری میں ہوا' جبکہ اسکی تائید میں ایک لفظ بھی نہ لکھا ہو' نا قابل فہم ہے۔

ابن سعد م ۲۳۰ھ چونکہ مقدم ترین ماخذ ہیں اسلئے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب انہوں نے یہ لکھدیا کہ حسن کا نشو و نما وادی القری میں ہوا تو انکے بعد والوں میں سے ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) ابن خلکان (م ۶۸۱ھ) کرمانی' (م ۷۸۶ھ) اور ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے بھی انہی کی پیروی

(صفحہ ۱۰ سے آگے)

کو ڈرا دھمکا رہے تھے۔ اس اثناء میں عثمان منبر پر چڑھے اور انکی حالت ایسی تھی جیسے بجھی ہوئی آگ' انہوں نے حمد و ثنا بیان کی' اسی دوران ایک شخص اٹھا لیکن دوسرے نے اسے بٹھا دیا پھر ایک اور اٹھا اور دوسرے نے اسے بٹھا دیا پھر لوگ مزید بھڑک اٹھے اور عثمان کو کنکریاں مارنے لگے یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور انہیں اٹھا کر اندر لیجایا گیا۔ اسکے بعد بیس روز تک عثمان نے نماز پڑھائی پھر انہیں نماز پڑھانے سے بھی روک دیا گیا۔ (تاریخ طبری ۴/۲۹۶۲)

۱ طبقات ۱/۵۰۱' ۷/۱۷۱۔ یہ روایت بخاری کی ادب المفرد میں موجود ہے (ادب المفرد ۱/۵۳۸' باب التطاول فی البیان)۔

کی۔ لیکن ان حضرات میں سے بھی کسی نے کوئی واقعہ ایسا نہیں لکھا جس سے حسن کا وادی القری مین نشو و نما پانا معلوم ہوتا ہو۔

ابن حجر نے وادی القری میں نشو و نما کے ذکر کے ساتھ ابو زرعہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ حسن نے علی کو مدینہ میں دیکھا اور جب علی کوفہ اور بصرہ کی طرف چلے گئے تو اسکے بعد حسن کی ان سے ملاقات نہیں ہوئی[1]۔ اسی طرح ابن مدینی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ''حسن نے علی کو نہیں دیکھا آلبتہ جب علی مدینہ میں تھے تو حسن کم عمر (غلام) تھے[2]۔

یہ دونوں روایتیں ابن حجر کے قول کے برخلاف کہ حسین نے وادی القری میں نشو و نما پایا' انکے مدینہ میں نشو و نما کو بتاتی ہیں۔

ذہبی (م ۷۴۸ ھ) لکھتے ہیں کہ:۔

''نشأ بالمدینہ'' و حفظ کتاب اللہ فی خلافۃ عثمان و سمعہ یخطب بمرات و کان یوم الدار ابن اربع عشرۃ سنہ''[3]

(ترجمہ) حسن کا نشو و نما مدینہ میں ہوا' خلافت عثمان کے زمانہ میں انہوں نے قرآن کریم حفظ کیا' کئی بار عثمان کو خطبہ دیتے سنا اور شہادت عثمان کے وقت وہ چودہ سال کے تھے۔

---

۱ تہذیب ۲/۲۶۶ ۲ ایضا

۳ تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۱

..... ذہبی کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدا ہونے کے بعد سے چودہ سال کی عمر کو پہنچنے تک حسن مسلسل مدینے میں رہے اور اسمیں وادی القری کا کوئی ذکر نہیں۔

ذہبی نے اپنے پیشرؤں کے خلاف نشأ بالمدینہ" غالباً اسی لئے لکھا ہے کہ انکے پاس اپنے دعوی کی واضح شہادتیں موجود ہین۔ یہ شہادتیں خود ان لوگون کے یہاں بھی ملتی ہیں جو وادی القری میں نشو و نما کے قائل ہیں۔ اسکے برخلاف وادی القری میں نشو و نما پانے کی کسی کے پاس کوئی شہادت نہیں۔

اس سلسلہ میں ابن اثیر اور خطیب تبریزی نے جو کچھ لکھا ہے وہ کافی اہم ہے اور حسن کے نشو و نما کے بارے میں جو اختلاف ہے، بظاہر اس سے اس اختلاف کے رفع کرنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

ابن اثیر جامع الاصول کے فن اسماء الرجال میں حسن کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ "ولد لسنتین بقیتا من خلافۃ" عمر بن الخطاب بالمدینۃ و قدم البصرۃ بعد مقتل عثمان و قیل انہ لقی علیا بالمدینہ" و اما بالبصرۃ فان رویتہ ایاہ لم تصح لانہ کان فی وادی القری متوجھا نحو البصرۃ حین قدم علی بن ابی طالب البصرۃ"[۱]۔

(ترجمہ) عمر بن خطاب کی خلافت کے دو سال باقی تھے کہ

---

۱ قرۃ ص ۳۰۱، فخرالحسن ص ۵ (جامع الاصول کا فن اسماء الرجال آخری جلد میں ہے جو طبع نہین ہوئی)۔

حسن مدینہ میں پیدا ہوئے اور شہادت عثمان کے بعد وہ بصرہ آگئے ۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ میں علی سے انکا لقاؑ ہوا ہے لیکن اسمیں کوئی صحت نہیں کہ بصرہ میں حسن نے علی کو دیکھا ہو کیونکہ علی جب بصرہ پہونچے تھے تو اسوقت حسن بصرہ جاتے ہوئے وادی القری میں تھے ۔

بالکل یہی بات خطیب تبریزی نے لکھی ہے[۱] ۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے ، واللہ اعلم کہ شہادت عثمان کے بعد بصرہ جاتے ہوئے وادی القری میں حضرت حسن کا قیام اس مدت سے کچھہ زیادہ رہا ہے جتنا عام طور پر مسافر راہ میں کسی جگہہ قیام کیا کرتے ہیں اسی لئے ابن اثیر نے یہ نہیں کہا کہ وہ اسوقت وادی القری سے گذر رہے تھے بلکہ یہ کہا ہے کہ وہ اسوقت وادی القری میں تھے جس سے وادی القری میں انکا قیام معلوم ہوتا ہے اور بظاہر یہی عارضی قیام ہے جس نے بعض حضرات سے یہ کہلوا دیا کہ انکا نشو و نما وادی القری میں ہوا ۔ حضرت حسن جب مدینہ سے بصرہ کے لئے روانہ ہوئے ہیں اسوقت وہ عمر کے پندرھویں سال میں ہیں اور نابالغ ہیں اور یہ انکے نشو و نما ہی کا زمانہ ہے ۔ اسلئے اگر اس عدم بلوغ اور نشو و نما کے دور میں وادی القری کے عارضی مگر نسبتہ طویل قیام کو '' نشا بوادی القری '' (وادی القری میں نشو و نما پائی) سے تعبیر کر دیا گیا تو ایسا ہونا بالکلیہ مستبعد نہیں ۔

---

۱ اکمال ص ۸

اور اگر یہ تاویل نہ کی جائے تو اس قول کی کوئی دلیل نہیں کہ انہوں نے وادی القری میں نشو و نما پائی - اس کے برخلاف تمام تر دلائل ذہبی، ابن اثیر اور خطیب تبریزی کے حق میں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مدینہ ہی میں پیدا ہوئے، وہیں نشو و نما پائی اور شہادت عثمان کے بعد مدینہ سے روانہ ہوکر وادی القری میں قیام کرتے ہوئے بصرہ پہونچے -

حضرت حسن عہد معاویہ رض میں ربیع بن زیاد کے کاتب تھے[1] اور عبد الرحمن ابن سمرہ رض کے ساتھ انہوں نے کابل، اندقان، اندغان اور زابلستان میں تین سال تک جہاد بھی کیا[2]

حضرت عمر ابن عبد العزیز کے والی عدی بن ارطاۃ نے انتقال کے وقت انہیں بصرہ کا قاضی بھی مقرر کیا لیکن انہوں نے بہت جلد یہ عہدہ چھوڑ دیا[3] -

رجب سنہ ١١٠ھ اکتوبر نومبر (سنہ ٧٢٨ع) کو شب جمعہ میں حضرت حسن کا بصرہ میں انتقال ہوا[4] - انتقال کے وقت انکی عمر ٨٨ سال تھی[5] -

حسن بصری نے کن صحابہ سے روایت کی

حسن بصری بالاتفاق اکابر تابعین میں سے ہیں، انہوں نے

---

١ تہذیب ٢/٢٦٣

٢ طبقات ٧/١٥٧ ٣ اخبار القضاۃ ٢/٧

٤ طبقات ٧/١٧٧ ٥ تہذیب ٢/٢٦٦، ابن اثیر نے بوقت انتقال ٨٧ سال کی عمر لکھی ہے (کامل ٤/٢٠٥)

متعدد صحابہ کو دیکھا ہے - ابو طالب مکی[1] ابو نعیم[2] اور شیخ شہاب الدین سہروردی[3] کہتے ہیں کہ حسن نے ستر بدری صحابہ کو پایا ہے اور ان سے ملاقات کی ہے - ابو طالب مکی یہ بھی لکھتے ہیں کہ وہ مجموعی طور پر تین سو صحابہ سے ملے ہیں[4] -

حدیث اور اسماء الرجال کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن نے حسب ذیل صحابہ سے روایت کی ہے - جندب بن عبد اللہ بجلی[5] انس بن مالک[6] عبد الرحمن بن سمرة[7] معقل بن یسار[8] -

ابو بکرہ[9] سمرہ بن جندب[10] ابن عمر[11] ابو برزہ اسلمی[12]

---

١ قوت القلوب ١/٣٠٤ ٢ حلیہ ٢/١٣٦

٣ عوارف ١/٣٣٢ ٤ قوت القلوب ١/٣٠٤

٥ طبقات ٧/١٥٧، تہذیب ٢/٢٦٤، تذکرة الحفاظ ١/١/٧

٦ کتاب الجرح، ج ١ قسم ٢ ص ٤٠ تہذیب ٢/٢٦٤، اکمال ص ٨

٧ طبقات ٧/١٥٧، تذکرة الحفاظ ١/١/٧

٨ تہذیب ٢/٢٦٤، سیر اعلام ٢/٤١٥ - بقول ابن القیسرانی ان چاروں اصحاب سے حسن کی روایات بخاری و مسلم دونوں موجود ہیں (کتاب الجمع ١/٨٠)

٩ تہذیب ٢/٢٦٤، تذکرة الحفاظ ١/١/٧

١٠ طبقات ٧/١٥٧، تذکرة الحفاظ ١/١/٧

١١ کتاب الجرح ج ١ قسم ٢ ص ٤٠، طبقات ٢/١٥٧، تہذیب ٢/٢٦٤، تذکرة الحفاظ ١/١/٧

١٢ کتاب الجرح حوالہ سابقہ

عبداللہ بن المغفل[۱] عمرو بن تغلب[۲] احمر[۳] عثمان ابن عفان[۴] عمران بن حصین[۵] ابو ہریرہ[۶] ابن عباس[۷] اسود بن سریع[۸] صعصعہ بن معاویہ[۹] علی[۱۰] ابو موسی[۱۱] عبداللہ بن عمرو بن العاص[۱۲] معاویہ[۱۳] جابر[۱۴] مغیرہ بن شعبہ[۱۵] ام المومنین عائشہ[۱۶] حکم بن عمرو غفاری[۱۷] وائل بن حجر[۱۸] معقل بن سنان[۱۹] طلحہ[۲۰] سعد بن عبادہ[۲۱] عمر بن خطاب[۲۲] ثوبان[۲۳] عمار بن یاسر[۲۴] عثمان بن ابی العاص[۲۵] ابو سعید خدری[۲۶] عائذ ابن عمر[۲۷]

---

۱ ایضا، سیر اعلام النبلا ۲-۳۴۵

۲ کتاب الجرح و طبقات و تذکرۃ الحفاظ حوالہ جات سابقہ

۳ کتاب الجرح حوالہ سابقہ

۴ طبقات ۷-۱۵۷، تہذیب ۲-۲۶۴، تذکرۃ الحفاظ ۱-۱۷

۵ طبقات و تہذیب و تذکرۃ الحفاظ و سیر اعلام النبلا حوالہ جات سابقہ۔

۶ طبقات حوالہ سابقہ، سیر اعلام النبلا ۲-۳۱۸

۷ طبقات، تذکرۃ الحفاظ، تہذیب حوالہ جات سابقہ اکمال ص ۸

۸ طبقات حوالہ سابقہ — ۹ ایضا

۱۰ تہذیب ۲-۲۶۴ — ۱۱ ایضا، اکمال ص ۸

۱۲ تہذیب حوالہ سابقہ — ۱۳ ایضا

۱۴ ایضا، تذکرۃ الحفاظ حوالہ سابقہ

۱۵ تذکرۃ الحفاظ حوالہ سابقہ

۱۶ سیر اعلام النبلا ۲-۱۰۰ — ۱۷ ایضا ۲-۳۳۹

۱۸ ایضا ۲-۳۱۴ — ۱۹ ایضا ۲-۱۶۴

۲۰ تہذیب ۲-۲۶۳ — ۲۱ ایضا ۲-۲۶۴

۲۲ ایضا — ۲۳ ایضا

۲۴ ایضا — ۲۵ ایضا

۲۶ ایضا — ۲۷ کتاب الجمع ۱-۸۰

مذکورہ صحابہ میں سے کن حضرات سے حسن کا لقاء اور سماع ہوا ہے، اسمیں علماء کا بڑا اختلاف ہے چونکہ اس موقع پر اصل مقصود اسکی تحقیق ہے کہ حضرت علی سے حضرت حسن کا لقاء اور سماع ثابت ہے یا نہیں اسلئے ان اختلافات پر تفصیلی گفتگو سے احتراز کیا جاتا ہے۔

حضرت علی کے ساتھ حضرت حسن بصری کا لقاء و سماع

دوسرے صحابہ کی طرح حضرت علی سے حضرت حسن کے لقاء اور سماع کے بارے میں بھی اختلاف ہے، بلکہ دوسروں کے مقابلہ میں یہ اختلاف زیادہ شدت اور اھمیت اختیار کر گیا ھے جسکا ایک اھم سبب یہ بھی ھے کہ تصوف کے بیشتر سلاسل حضرت حسن کے واسطے سے حضرت علی تک پہنچے ھیں۔

صوفیاء بالاتفاق لقاء اور سماع کے قائل ھیں[1] اور محدثین چار واضح گروھوں میں منقسم ھیں:-

۱- بعض حضرات لقاء و سماع دونوں کے قائل ھیں مثلاً ذھبی، ابن حجر، ضیاء مقدسی اور سیوطی[2]

۲- بعض حضرات لقاء و سماع دونوں کے منکر ھیں مثلاً ابن مدینی[3]

۳- بعض حضرات لقاء کے تو قائل ھیں لیکن سماع کے قائل نہیں مثلاً ابوزرعہ[4]

---

۱ قرة ص ۳۰۰ ۲ اتحاف ص ۷۵

۳ تہذیب ۲-۲۶۷ ۴ ایضا

۴- بعض حضرات صراحتاً کچھ نہیں کہتے لیکن ان کے کلام سے اشارۃ یا اقتضاء سمجھ میں آجاتا ہے کہ انکا رجحان کیا ہے۔ مثلاً قتادہ[۱] ابن اثیر[۲] اور خطیب تبریزی[۳]

محدثین کی ان مختلف آراء کا جائزہ لینے سے پہلے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند ایسے حقائق پیش کئے جائیں جنکی روشنی میں کسی واضح نتیجہ پر پہنچنا آسان ہو۔

۱- حضرت حسن مدینہ میں پیدا ہوئے، شہادت عثمان تک مدینہ ہی میں رہے، وہ شہادت عثمان کے واقعہ میں موجود تھے اور اس وقت وہ چودہ سال کے ہو چکے تھے[۴]۔

۲- اس پورے عرصہ میں حضرت علی بھی مدینہ میں رہے اور شہادت عثمان کے بعد جب انکی بیعت کو چار ماہ گذر گئے، تب وہ مدینہ سے بصرہ کی طرف تشریف لیگئے[۵]۔

۳- حضرت حسن حضرت ام سلمہ کے گھر پر رہتے تھے[۶]۔

---

۱ مسلم ۱-۱۰۶-۱۰۷ ۲ الانتباہ ص ۱۸، ۳۱

۳ اکمال ص ۸

۴ تذکرۃ الحفاظ ۱-۷۱ ۵ تاریخ خمیس ۲-۲۷۷

۶ کیونکہ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے تمام تذکرہ نگار تقریباً اسپر متفق ہیں کہ انکی والدہ حضرت ام سلمہ کی باندی تھیں اور حسن کے دودھ پینے کے زمانے میں جب انکی والدہ کسی کام سے باہر چلی جایا کرتی تھیں اور حسن رونے لگتے تھے تو حضرت ام سلمہ انکے منہ میں اپنا پستان دیدیا کرتی تھیں اور اکثر دودھ بھی اتر آتا تھا۔

اور حضرت ام سلمه کا مکان (دوسری ازواج مطہرات اور حضرت علی کے مکانات کی طرح) مسجد نبوی سے ملحق تھا[1] اور توسیع عثمانی کے بعد بھی مسجد نبوی کی لمبائی چوڑائی ۱۶۰×۱۳۰ ذراع تھی[2] اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ حضرت علی اور حضرت ام سلمه کے مکانات انتہائی فاصلہ پر ہونگے تب بھی یہ مسافت چند گز سے زیادہ نہیں ہوتی[3] -

۴- حضرت حسن جب سات سال کے ہوئے ہونگے تو اسی وقت سے انہوں نے نماز پڑھنا شروع کیا ہوگا اور دس سال کا ہوجانے کے بعد تو انکے نماز نہ پڑھنے کا سوال ہی نہیں کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کا ارشاد ہے کہ "بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کا حکم کرو اور جب دس سال کا ہو جائے تو مار کر پڑھواو"[4] - اور جس دور کی یہ بات ہے اس

---

۱ القول ۱-۱۴۸، ۱۴۹

۲ مستفاد من فصول من تاریخ المدینه ص ۵۲، ۶۹

۳ فتح خیبر کے بعد جب مسجد نبوی کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے زمانہ ہی میں توسیع ہوئی ہے تو اسکا رقبہ ۱۰۰×۱۰۰ ذراع (ہاتھ) تھا - توسیع فاروقی کے بعد ۱۴۰×۱۲۰ ہوا - فصول من تاریخ المدینه (ص ۵۲ ' ۶۹) - عہد عثمانی میں جو توسیع ہوئی اسکا حساب لگایا جائے تو لمبائی (شمالاً جنوباً) ۱۶۰ ذراع اور چوڑائی (شرقاً غرباً) ۱۳۰ ذراع ہوتی ہے - لہذا اسکے اطراف میں اس سے متصل واقع مکانات کے فاصلوں کو گزوں ہی میں ظاہر کیا جا سکتا ہے -

۴ ابو داؤد ۱-۱۵۰

دور کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اس حدیث کے مقتضی پر عمل نہ کیا جاتا ہو۔

٥- چونکہ حضرت علی اور حضرت حسن دونوں کی رہائش مسجد نبوی ہی سے متصل تھی اسلئے ظاہر ہے کہ پانچوں وقت کی نمازیں اور جمعہ اور عیدین کی نمازیں دونوں حضرات مسجد نبوی ہی میں ادا کرتے ہونگے۔

٦- جس زمانہ میں حضرت عثمان محصور تھے، اور ایک روایت کے مطابق یہ حصار چالیس روز رہا ہے[1] تو ان میں سے بیشتر اوقات کی نمازیں ایک روایت کے مطابق حضرت علی نے پڑھائی ہیں[2] ظاہر ہے کہ حصار کے زمانہ میں بھی حضرت حسن نے مسجد نبوی ہی میں پانچوں وقت کی نمازیں حضرت علی ہی کی اقتدا میں ادا کی ہونگی اور جمعوں اور عیدین کے خطبے دیتے سنا ہوگا[3]۔

٧- شہادت عثمان کے بعد حضرت علی مدینہ میں چار ماہ مقیم رہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کی جا چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں تمام نمازیں حضرت علی نے پڑھائی ہونگی اور جمعوں کے خطبے بھی دیئے ہونگے۔ اور اس عرصہ میں حسن بھی جیسا کہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں مدینہ ہی تھے، وہ حضرت علی کے کوفہ روانہ ہو جانے کے بعد

---

١ الریاض النضرہ ٢-١٦٣   ٢ ایضا

٣ اتحاف ص ٧٩

مدینہ سے بصرہ کیلئے نکلے ہیں، لہذا اس عرصہ میں انہوں نے حضرت علی ہی کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہونگی اور جمعوں کے خطبے سنے ہونگے۔

۸- حضرت عثمان جو عمر میں حضرت علی سے بڑے ہیں اور ان کی شہادت بھی حضرت علی سے پہلے ہوئی ہے، حسن نے ان سے بھی روایت کی ہے[1] اور بقول ذہبی و ابن مدینی انہوں نے کئی بار حضرت عثمان کو خطبہ دیتے سنا ہے[2]۔

یہ تمام حقائق اس امر کو ثابت کرنے کیلئے بالکل کافی ہیں کہ علی سے حسن کا لقاء بھی ہوا اور سماع بھی۔

بلوغ سے قبل کی روایت

اگر یہ کہا جائے کہ یہ زمانہ حضرت حسن کے بچپن کا زمانہ تھا اور بچوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک بچپن کا سماع معتبر ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ”بعض لوگ پندرہ سال کو حد سماع مقرر کرتے ہیں، بعض تیرہ کو لیکن جمہور علماء کے نزدیک جسکا سن تیرہ سال سے بھی کم ہو اسکا بھی سماع صحیح ہے اور ہمارے نزدیک یہی درست ہے[3]۔

نیز محدثین اس پر متفق ہیں کہ راوی نے اگر کوئی بات بالغ ہونے سے قبل سنی ہو لیکن اسکی روایت وہ بالغ ہونے کے بعد

۱ طبقات ۷-۱۵۷، تذکرۃ الحفاظ ۱-۷۱، تہذیب ۲-۲۶۳

۲ تذکرۃ الحفاظ ۱-۷۱، القول ۱-۶۰ بحوالہ علل

۳ الکفایہ ص ۵۴

کرے اور وہ راوی ثقہ ہے تو اسکی روایت معتبر ہوگی[1]۔

محدثین کا یہ مسلک دراصل اجماع صحابہ پر بھی مبنی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے انتقال کے وقت سہل بن سعد ساعدی کی عمر پندرہ سال تھی[2] ابن عباس کی دس سال (اور ایک روایت کے مطابق پندرہ سال)[3] مسلمہ بن مخلد کی دس سال (اور ایک روایت کے مطابق چودہ سال[4])۔ عبداللہ بن زبیر کی نو سال[5]، ابو حفص عمر بن سلمہ کی نو سال[6]، حسن بن علی کی آٹھ سال[7]، نعمان بن بشیر کی آٹھ سال[8]، مسور بن مخرمہ کی آٹھ سال[9]، اور ابوالطفیل کی سات سال تھی[10]۔ اور ان تمام اصاغر صحابہ کی روایت کو اکابر صحابہ نے قبول کیا۔ ان حضرات کی مرویات کتب حدیث میں موجود ہیں۔ مزید یہ کہ بخاری میں محمود بن الربیع کی وہ روایت بھی موجود ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ "مجھے وہ کلی یاد ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے ایک ڈول سے میرے منہ پر کی تھی، اسوقت میں پانچ سال کا تھا[11]"۔ اس روایت کو امام بخاری نے اس باب میں ذکر کیا ہے کہ "بچے کا سماع کب صحیح ہوتا ہے" جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امام بخاری جیسے متشدد

---

۱ الکفایہ ص ۱۳۷ — ۲ ایضا ص ۵۵
۳ ایضا ص ۵۹ — ۴ ایضا ص ۵۵
۵ الکفایہ ص ۵۶ — ۶ ایضا ص ۵۹
۷ ایضا ص ۵۵ — ۸ ایضا ص ۵۶
۹ ایضا ص ۵۷ — ۱۰ ایضا ص ۵۶
۱۱ بخاری ۱-۱۷

محدث کے نزدیک بھی پانچ سال کی عمر کا سماع درست ہے۔ ؎

اور جب صورت حال یہ ہے تو پھر مختلف صحابہ سے جن میں حضرت علی بھی شامل ہیں ' حضرت حسن کی اس زمانہ کی روایتیں کیوں معتبر نہوں جو انہوں نے چودہ سال کی عمر تک ان سے سنیں اور انہیں بلوغ کے بعد روایت کیا درانحالیکہ حسن کے ثقہ ہونے میں بھی کسی کو کلام نہیں۔

محدثین کا عقلی استدلال

اگر یہ کہا جائے کہ ان دلائل سے زیادہ لقاء اور سماع کا امکان ثابت ہوتا ہے ' انکا وقوع ثابت نہیں ہوتا ' وقوع کیلئے ایسی روایات درکار ہیں جن میں صحیح اور صریح طور پر اسکا ذکر ہو کہ ایسا ہوا ' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے لقاء اور سماع ثابت ہوتا ہے اور جو آئندہ ذکر کیجائینگی ' لیکن اگر تھوڑی دیر کیلئے ان سے قطع نظر کرلیا جائے تو بھی محض امکان کی وجہ سے لقاء اور سماع پر استدلال کرنا کوئی ایسی نئی بات نہیں جسکی سابق میں نظیر نہ ملتی ہو۔ خود محدثین کے یہاں یہ طرز استدلال ملتا ہے۔

ابن حبان (جو حسن کے علی کیساتھ لقاء اور سماع کے منکر ہیں) اپنی صحیح میں لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ مجاہد نے عائشہ سے نہیں سنا تو یہ محض اسکا وہم ہوگا کیونکہ عائشہ کا انتقال ۵۷ھ میں ہوا جبکہ مجاہد ۲۱ھ میں پیدا ہو چکے تھے ۱۔

---

۱ القول ۱-۶۲

بیہقی، معرفۃ مین لکھتے ہیں کہ قیس بن سعد نے ان لوگوں سے بھی روایت کی ہے جو عمرو بن دینار سے عمر میں بڑے تھے اور ان کا انتقال بھی عمرو سے پہلے ہوا مثلاً عطاء بن ابی رباح اور مجاھد ابن جبر اور عمرو بن دینار سے ان لوگوں نے بھی روایت کی ہے جو قیس کے ہم عصر ہیں اور جو قیس سے پہلے ان سے ملے ہیں مثلاً ایوب سختیانی جنہوں نے انس بن مالک کو دیکھا ہے اور سعید بن جبیر سے روایت کی ہے، اس کے بعد عمرو بن دینار سے روایت کی ہے۔ پس عمر بن دینار سے قیس کی روایت کا کیوں انکار کیا جاتا ہے[1]

حافظ مغرب ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ عروہ سے حبیب کے لقاء کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جو عروہ سے عمر میں بڑے ہیں اور جن کا انتقال بھی عروہ سے پہلے ہوا ہے، حبیب نے ان سے بھی روایت کی ہے[2]۔

امام بخاری کے شیخ علی بن المدینی جو اپنے تشدد میں بھی مشہور ہیں اور جو علی سے حسن کے سماع کے منکر ہیں اپنی علل میں لکھتے ہیں کہ مین اس سے انکار نہیں کرتا کہ مجاھد ام ھانی سے ملے ہوں اسلئے کہ مجاھد کی طرح ان سے دوسرے متعدد افراد نے بھی روایت کی ہے مثلاً یوسف بن ماھک، اور مجاھد کا صحابہ کی ایک جماعت سے لقاء ہوا ہے اور انہوں نے ان سے سنا ہے مثلاً عائشہ اور ابو ہریرۃ[3]۔

---

۱ القول ۱-۶۳

۲ ایضاً ۱-۶۳ ۳ ایضاً ۱-۶۲

اگر اس طرح کے عقلی دلائل اور اس طرح کے امکان لقاءُ سے مجاھد کے عائشہ اور ام ھانی سے ' قیس بن سعد کے عمرو بن دینار سے اور حبیب کے عروہ سے لقاءُ و سماع پر استدلال کیا جا سکتا ھے تو اسی طرح کے بلکہ ان سے بھی زیادہ قوی دلائل سے حسن کے علی سے لقاءُ اور سماع پر استدلال کیوں نہیں کیا جاسکتا۔

خلاصہ یہ ھے کہ جہاں تک واقعات کی ترتیب اور ان سے عقلی طور پر نتائج اخذ کرنے کا تعلق ھے ' اس اعتبار سے اس امر کا یقین کرنے میں کوئی شبہ باقی نہیں رھتا کہ علی سے حسن کا لقاءُ بھی ھوا ھے اور سماع بھی۔

منکرین کے اقوال کا تفصیلی جائزہ

پہلے گذر چکا ھے کہ محدثین میں سے بعض حضرات لقاءُ و سماع دونوں کے منکر ھیں ' بعض صرف سماع کا انکار کرتے ھین اور بعض حضرات صراحتاً کچھ نہیں کہتے لیکن ان کے کلام سے انکا رجحان واضح طور پر مترشح ھوتا ھے۔

ابن مدینی

ان حضرات میں سے ایک ابن مدینی ھین جو کہتے ھیں :
''لم یر علیا الا ان کان بالمدینہ و ھو غلام ا'' (ترجمہ) انہوں نے علی کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ علی مدینہ میں تھے اور وہ اسوقت کم عمر تھے۔

گویا ابن مدینی دونوں کا بیک وقت مدینہ میں ھونا تسلیم کرتے ھیں اس کے باوجود رویت کے منکر ھیں اور کہتے ھیں کہ

ا تہذیب ۲-۲٦٧

حسن اسوقت بچے تھے - بچپن کی عمر کو ظاہر کرنے کے لئے انہوں نے "غلام" کا لفظ استعمال کیا ہے اور بچہ کیلئے غلام کا لفظ اسوقت بولا جاتا ہے جب اسکی مسیں بھیگ رہی ہوں۱ - مسیں چودہ پندرہ سال کے قریب ہی بھیگتی ہیں اور یہ وہی زمانہ ہے جب شہادت عثمان کا اور بیعت علی کا واقعہ پیش آیا ہے - گویا ابن مدینی کے نزدیک بھی علی اور حسن کا مدینہ میں اجتماع اسوقت تک ہے جب حسن چودہ سال کے ہو چکے تھے -

پھر عجیب بات ہے کہ دونوں مدینہ میں بھی ہیں' مدینہ کوئی بڑا شہر بھی نہیں' حضرت علی کی شخصیت بھی ایسی شخصیت نہیں جو غیر معروف ہو اور حسن ان کے پڑوس میں حضرت ام سلمہ کے گھر میں پرورش پا رہے ہیں اور اس عمر میں مدینہ میں ہیں کہ ان پر "غلام" کا لفظ صادق آتا ہے' اسکے باوجود ابن مدینی کہتے ہیں کہ انہوں نے علی کو نہیں دیکھا- اور عجیب تر بات یہ ہے کہ ابن مدینی عمر کے اسی حصہ میں عثمان سے حسن کے نہ صرف لقاء و رویت بلکہ سماع تک کے قائل ہیں - چنانچہ کتاب العلل میں لکھتے ہیں :-

---

۱ - اور ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ ولادت سے جوانی تک کی پوری مدت کیلئے غلام کا لفظ بولا جاتا ہے چنانچہ لسان العرب (۱۵-۳۳۶) میں ہے "الغلام، الطار الشارب و قیل هو من حین یولد الی ان یشب" یعنی غلام وہ ہے جسکی مونچھیں نکل رہی ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پیدا ہونے سے جوان ہونے تک کیلئے غلام کا لفظ بولا جاتا ہے -

''قد سمع الحسن من عثمان و هو غلام ا''۱ یعنی حسن نے عثمان سے سنا جبکہ وہ کم عمر تھے ۔

یہاں بھی ابن مدینی نے حسن کے لئے ''غلام'' کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے کم از کم انکی اتنی عمر تو معلوم ہوتی ہے جسمیں سماع درست ہو۔ تو جب عثمان کی خلافت کے دوران انکی یہ عمر تھی کہ عثمان سے انکا سماع درست ہو تو کم از کم یہی عمر علی سے لقاء و سماع کیلئے ہونی چاہئے پھر عجیب بات ہے کہ ابن مدینی اس عمر میں عثمان سے تو حسن کے سماع کے قائل ہیں لیکن علی کی رویت تک کے بھی قائل نہیں ۔

ابو زرعہ

ابن مدینی کے مقابلہ میں ابو زرعہ اس کے قائل ہیں کہ حسن نے علی کو دیکھا تو ہے لیکن ان سے سنا نہیں ۔ چنانچہ جب ابو زرعہ سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا حسن نے بدریین میں سے کسی سے سنا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ''رآهم رویة رای عثمان و علیا'' یعنی کچھ کچھ دیکھا ہے عثمان کو بھی دیکھا ہے اور علی کو بھی۔ اور جب ان سے پوچھا گیا کہ و علی سے سنا بھی ہے تو انہوں نے جواب دیا ''لا رای علیا بالمدینہ و خرج علی الی الکوفہ و البصرة و لم یلقه الحسن و قال الحسن رائیت الزبیر یبایع علیا''۲ ۔ یعنی علی سے حسن نے سنا نہوں ، صرف انہیں مدینہ میں دیکھا ہے اور جب علی کوفہ اور بصرہ کیطرف چلے گئے تو اسکے بعد ان سے حسن کی ملاقات نہیں ہوئی اور حسن نے یہ کہا ہے کہ میں نے زبیر کو علی سے بیعت کرتے دیکھا ۔

---

۱ التقول ۱-۶۰ ۲ تہذیب ۲-۲۶۶ ، ۲۶۷

ابو زرعہ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ اور بصرہ جانے سے پہلے مدینہ میں حضرت علی کے قیام کا وہ پورا زمانہ ہے جس میں حسن نے انہیں دیکھا اور یہ معلوم ہو چکا کہ یہ زمانہ ایک دو روز کا نہیں بلکہ پورے چودہ سال کا ہے۔ چنانچہ ابو زرعہ خود کہتے ہیں کہ "کان الحسن البصری یوم بویع لعلی بن ابی طالب ابن اربع عشرۃ سنہ"[1]۔ یعنی جس روز علی کیلئے بیعت کی گئی اس روز حسن بصری کی عمر چودہ سال تھی۔

اسکے ساتھ ساتھ ابوزرعہ کی یہ روایت بھی قابل لحاظ ہے کہ حسن نے کہا کہ میں نے زبیر کو علی سے بیعت کرتے دیکھا۔ اس روایت کی ذمہ داری اگرچہ ابوزرعہ نے اپنے اوپر نہیں لی لیکن اسے نقل کرکے اس کا رد بھی نہیں کیا۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ علی کی بیعت کے وقت حسن اور علی دونوں مدینہ میں تھے۔

گویا چودہ سال کا طویل عرصہ ہے جسمیں علی اور حسن دونوں مدینہ میں ہیں اور اس عرصہ میں حسن نے علی کو دیکھا بھی ہے پھر یہ کہنا کتنا عجیب ہے کہ ان سے سنا نہیں۔

بخاری

امام بخاری کے بارےمین شاہ ولی اللہ کہتے ہین کہ وہ علی سے حسن کے اتصال کے قائل نہیں[2]۔ امام بخاری کی

---

۱ فخر الحسن ص ۱۹ ۲ قرۃ ص ۳۰

طرف عدم اتصال کی نسبت غالباً اسلئے کی گئی ھے کہ اپنی جامع صحیح مین انھوں نے حسن کی کسی ایسی روایت کی تخریج نہین کی جو علی سے مروی ھو۔

امام بخاری نے اگر کسی ایسی روایت کی تخریج اپنی جامع صحیح مین نہین کی تو اس کی وجہ وہ سخت شرائط ھین جنکا انھوں نے اپنی اس کتاب مین التزام کیا ھے ۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہین کہ وہ علی سے حسن کے اتصال کے قائل نہین کیونکہ امام بخاری ادب المفرد مین یہ روایت ذکر کرتے ھین کہ "حسن نے کہا مین نے عثمان کو اپنے خطبہ مین کتوں کو مار ڈالنے اور کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم دیتے سنا"[۱] - اور دوسری روایت حسن سے یہ ھے کہ عثمان جمعہ کے ھر خطبہ مین کتوں کو مار ڈالنے اور کبوتروں کو ذبح کرنے کا حکم دیا کرتے تھے[۲] تو جب امام بخاری اس کے قائل ھین کہ عثمان سے حسن کا سماع ھوا تو اظھر یہی ھے کہ انھین علی سے بھی حسن کے سماع کا قائل ھونا چاھیئے ۔ اور تاریخ صغیر مین امام بخاری نے جو یہ روایت ذکر کی ھے کہ "حسن نے علی اور زبیر کو معانقہ کرتے دیکھا"[۳] تو اس سے یہ ھی نتیجہ نکلتا ھے کہ وہ اتصال کے قائل ھین۔

مسلم

امام مسلم کے بارے میں شاہ ولی اللہ لکھتے ھین کہ وہ علی سے

---

۱ ادب المفرد ۲-۶۸۵

۲ ایضاً ۲-۶۸۴

۳ تاریخ صغیر ص ۱۹۸

حسن کے اتصال کے قائل نہیں[۱] - امام مسلم کی جانب یہ بات اسلئے منسوب کیجاتی ہے کہ انہوں نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں قتادہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ''واللہ ما حدثنا الحسن عن بدری مشافہۃ''[۲] - یعنی خدا کی قسم ہم سے حسن نے کسی بدری سے مشافہۃ کوئی روایت نہیں کی -

شاہ ولی اللہ نے بھی مسلم کیطرف عدم اتصال کے انتساب کی دلیل میں قتادہ کا یہی قول پیش کیا ہے[۳]-

حقیقت یہ ہے کہ قتادہ اپنے اس قول سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حسن نے جو روایات ہم سے بیان کی ہیں ان میں کسی بدری سے مشافہۃ کوئی روایت نہیں - وہ یہ نہیں کہنا چاہتے کہ حسن نے کسی بدری سے کوئی روایت کی ہی نہیں - اور اگر حسن نے قتادہ سے کوئی ایسی روایت بیان نہیں کی تو اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ انہوں نے کسی بدری سے کوئی بات سنی ہی نہ ہو- یہ تو جب لازم آتا کہ قتادہ نے کہا ہوتا کہ حسن نے ہم سے بیان کیا ہے کہ ہم سے کسی بدری نے حدیث بیان نہیں کی - یا یہ کہا ہوتا کہ حسن نے صحابہ سے جو کچھ روایت کیا ہے وہ سب ہم سے بیان کر دیا ہے اور اس ذخیرہ میں کسی بدری سے کوئی روایت نہیں -

قتادہ کے قول کی یہ تاویل اس لئے بھی درست ہے کہ جو بات انہوں نے حسن کے بارے میں کہی ہے اسی طرح کی

---

۱ قرۃ ص ۳۰۰ ۲ مسلم ۱-۱۰۷

۳ قرہ ص ۳۰۱

بات سعید بن المسیب کے بارے میں بھی کہی ہے - وہ کہتے ہیں: "واللہ ما حدثنا الحسن عن بدری مشافہۃ و لا سعید غیر سعد"[1] - یعنی حسن کیطرح سعید نے بھی ہم سے سعد (ابن ابی وقاص) کے سوا کسی اور بدری سے مشافہۃ کوئی حدیث بیان نہیں کی - اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ سعد ابن ابی وقاص کے سوا کسی بدری صحابی سے سعید ابن المسیب نے مشافہۃ کوئی روایت ہی نہیں کی تو یہ درست نہیں کیونکہ سعد بن ابی وقاص کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی انکی مشافہۃ روایت کا ثبوت کتب حدیث سے ملتا ہے -

امام بخاری نے تاریخ صغیر میں سعید بن المسیب کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ میں نے علی اور عثمان کے درمیان صلح کرائی[2] -

امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں بھی سعید بن المسیب کی اس روایت کی تخریج کی ہے کہ عسفان کے مقام پر عثمان اور علی کے درمیان ' میرے سامنے ' اختلاف ہوا[3] -

بخاری ' مسلم ' ترمذی اور تہذیب مزی میں ایسی متعدد روایتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سعید بن المسیب نے عثمان اور علی سے مشافہۃ روایت کی ہے[4] -

---

۱ مسلم ۱-۱۰۷ ۲ تاریخ صغیر ص ۱۰۵ - حج کے موقع پر افراد و تمتع کے بارے میں حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان جو اختلاف ہوا تھا ' یہ صلح اس سے متعلق تھی-

۳ صحیح بخاری ۱-۲۱۳ ۴ ابخر الحسن ص ۴۹-۵۱

تاریخ صغیر میں امام بخاری نے حضرت سعید ابن المسیب کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ "مجھے وہ دن یاد ہے جب عمر نے منبر پر نعمان بن مقرن کی شہادت کی خبر سنائی"[۱]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سعید ابن المسیب نے حضرت عمر سے بھی مشافہہ" روایت کی ہے۔

علامہ نووی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد بھی سعید کی عمر سے مشافہہ" روایت کے قائل تھے[۲]۔

علامہ نووی مزید لکھتے ہیں کہ سعید نے عمر، عثمان اور سعد بن ابی وقاص سے سنا[۳]۔

مزی کہتے ہیں کہ سعید نے خالد بن زید سے بھی روایت کی ہے جو بدری ہیں[۴]۔

معلوم ہوا کہ قتادہ کی اس بات کا کہ "سعید نے بھی ہم سے سعد کے سوا کسی بدری سے مشافہہ" کوئی حدیث بیان نہیں کی" مطلب یہ ہے کہ یوں تو سعید نے دوسرے بدری صحابہ سے روایت کی ہے لیکن قتادہ سے سعید نے جو روایات بیان کی ہیں، ان میں سعد کے سوا کسی بدری صحابی سے مشافہہ" کوئی روایت نہیں۔ اسیطرح قتادہ کی اس بات کا کہ "ہم سے حسن نے کسی بدری سے مشافہہ" کوئی حدیث بیان نہیں کی" مطلب یہ لینا بالکل منطقی ہے کہ سعید کی طرح اگرچہ حسن کی روایات بدری صحابہ سے مشافہہ" ہیں لیکن قتادہ سے انہوں

---

۱ تاریخ صغیر ص ۳۰، ۱۰۵

۲ تہذیب الاسماء ۱-۲۱۹، ۲۲۰

۳ ایضا ۴ فخر الحسن ص ۵۲

نے جو روایات بیان کی ھیں ' ان میں کسی بدری سے مشافہۃ کوئی روایت نہیں ۔

ترمذی

امام ترمذی حسن عن علی کی اس روایت کے ذکر کے بعد کہ "رفع القلم عن ثلثہ" الحدیث لکھتے ھیں کہ "ولا نعرف للحسن سماعا من علی"[1] یعنی علی سے حسن کا سماع ھمیں معلوم نہیں ۔ اس سے معلوم ھوتا ھے کہ وہ علی سے حسن کے سماع کے قائل نہیں ۔

لیکن امام ترمذی نے یہ بات در اصل اسلئے کہی ھے کہ حسن مدلس ھیں اور مدلس جب تک کسی روایت میں اپنے شیخ کو ایسے صیغہ سے بیان نہ کردے جو سماع میں صریح ھوتا ھے تو اس کی روایت متصل نہیں ھوتی[2] اور کسی روایت میں کسی صریح صیغہ سے امام ترمذی کو علی سے حسن کا سماع معلوم نہیں ھوا ' اسی لئے انہوں نے صاف طور پر یہ کہہدیا کہ علی سے حسن کا سماع ھمیں معلوم نہیں ۔

لیکن اسطرح امام ترمذی نے اپنے حد علم کا اظہار کیا ھے

---

۱ جامع ترمذی ۱-۱۷۰ ' ۱۷۱ ' باب ما جاء فیمن لا یجب علیہ الحد ۔

۲ تقریب النووی ص ۱۴۳-۱۴۴ ' حدیث کی اصطلاح میں مدلس اسے کہتے ھیں جو اپنے معاصر سے کوئی ایسی روایت کرے جو اس نے اس سے نہیں سنی لیکن الفاظ ایسے استعمال کرے جس سے سماع کا وھم ھوتا ھو ۔ "قال فلان" (فلاں نے کہا) یا "عن فلان" (فلاں سے) وغیرہ (ایضا ص ۱۳۹ ' ۱۴۰)

اور اگر امام ترمذی کو کوئی ایسی روایت صحیح سند کے ساتھ نہیں پہنچی جس سے علی سے حسن کا صراحتاً سماع معلوم ہو تو یہ ضروری نہیں کہ کوئی ایسی روایت موجود ہی نہو۔ مسند ابی یعلی کی ایک صحیح روایت کا ذکر آئندہ صفحات میں میں آرہا ہے جو علی سے حسن کے سماع میں صریح ہے۔

ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ

ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ بھی علی کیساتھ حسن کے اتصال کے منکر ہیں لیکن ہم ان پر کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتے کیونکہ جہاں تک ابن تیمیہ کا تعلق ہے رسالہ فخرالحسن کے آخر میں ان کا تفصیلی رد موجود ہے اور جہاں تک شاہ ولی اللہ کا تعلق ہے ، انہوں نے قرۃالعینین میں اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے' اسکا رد ہی رسالہ فخرالحسن کی تالیف کا اصل مقصد ہے اور یہ رد تفصیل کے ساتھ اسمیں موجود ہے -[1]

محدثین میں سے جن حضرات نے اس سلسلہ میں صراحت کیساتھ اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا اور صرف ان کے اشارات سے انکا رجحان سمجھ میں آتا ہے' ہم انکی تفصیل میں بھی نہیں جانا چاہتے کیونکہ اشارات کلام سے کوئی رجحان سمجھ کر اسکا رد کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

مذکورہ صفحات میں جن منکرین اتصال کا ذکر کیا گیا

---

۱ مولانا فخرالدین کے رسالہ فخرالحسن کا ایڈٹ شدہ عربی متن جرنل کی آئندہ اشاعت میں ملاحظہ فرمائیے۔ یہ مضمون دراصل اسی رسالہ کا مقدمہ ہے۔

ان میں سے ابن مدینی اسے تسلیم کرتے ہیں کہ علی جب مدینہ میں تھے تو اسوقت حسن بھی مدینہ میں تھے [۱]۔ ابو زرعہ اقرار کرتے ہیں کہ حسن نے علی کو دیکھا ہے [۲]۔ ابن تیمیہ [۳] اور شاہ ولی اللہ [۴] بھی یہ مانتے ہیں کہ حسن مدینہ میں پیدا ہوئے اور شہادت عثمان تک علی اور حسن دونوں مدینہ میں تھے تو ذہن میں قدرتی طور پر یہ سوال ابھرتا ہے کہ پھر یہ حضرات اتصال، رویت، لقاء یا سماع کے منکر کیوں ہیں ؟

انکار کی وجہ اسکے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہوتی کہ انہیں کوئی ایسی روایت نہیں ملی جو ان کے معیار صحت پر پوری بھی اترتی اور جس سے صراحۃ لقاء یا سماع ثابت ہوتا، اور صرف امکان کو ان حضرات نے اس مقصد کیلئے کافی نہ سمجھا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ نے تو صراحۃ کہہ بھی دیا کہ "در مطالب نقلیہ وقوع را ذکر می باید کرد نہ امکان را" [۵] یعنی منقول امور میں وقوع کا ذکر کرنا چاہئیے نہ کہ امکان کا۔ اسیطرح دوسری جگہ لکھتے ہیں "و در اتصال بر محض معاصرت اکتفاء کردن امرے است کہ سلامت ذہن ازان ابا میکند" [۶] یعنی اتصال میں صرف معاصرت پر اکتفاء کرنا ایسی بات ہے کہ ذہن کی سلامتی اسے قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔

اسلئیے اس مرحلہ پر ہمیں اسکا جائزہ لینا ہے کہ کیا

---

۱ تہذیب ۲-۲۶۷ ۲ ایضا ۲-۲۶۶

۳ منہاج السنہ ۴/۱۵۶ ۴ قرۃ ص ۳۰۱

۵ ایضا ص ۳۰۱ ۶ ایضا ص ۳۰۳

ایسی روایات موجود ھیں جن سے حسن کا علی سے اتصال ثابت ہوتا ہو۔

علی سے حسن کی معنعن روایات

علامہ سیوطی نے اتحاف الفرقہ[۱] میں اور مولانا فخرالدین دھلوی نے رسالہ "فخرالحسن میں[۲] امام احمد، ترمذی، نسائی، حاکم دار قطنی، طحاوی، دیلمی، ابو نعیم اور خطیب بغدادی کے حوالوں سے ایسی متعدد احادیث ذکر کی ھیں جن میں حسن علی سے روایت کرتے ھیں لیکن یہ تمام روایات معنعن ھیں جن میں "حسن عن علی" کے الفاظ استعمال کیے گئے ھیں۔ ھم ان میں سے صرف ایک حدیث کو نمونہ کیلئے پیش کرتے ھیں۔

جامع ترمذی میں ھے "عن الحسن عن علی عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم قال: رفع القلم عن ثلثہ" ۔ عن النائم حتی یستیقظ و عن الصبی حتی یشب و عن المعتوہ حتی یعقل"[۳] یعنی تین قسم کے لوگوں سے مواخذہ اٹھا لیا گیا ھے، سونے والے سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو، بچے سے یہاں تک کہ جوان ہو اور مجنون سے یہاں تک کہ وہ صاحب عقل ہو۔

ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ھے۔ الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ امام احمد، نسائی، حاکم اور ضیاء مقدسی نے بھی اسکی تخریج کی ھے۔ اور حاکم اور ضیاء مقدسی نے کہا ھے کہ یہ حدیث صحیح ھے[۴]۔

۱ اتحاف ص ۷۷، ۷۸ ۲ فخرالحسن ص ۳۱، ۳۲

۳ ترمذی ۱-۱۷۰، ۱۷۱ باب فیمن لا یجب علیہ الحد

۴ اتحاف ص ۷۶، ۷۷، فخرالحسن ۳۱، ۳۲

حدیث معنعن کے سلسلہ میں دو قاعدے

معنعن احادیث کے بارے میں دو قاعدے ذہن میں رہنے چاہئیں ' ایک یہ کہ اگر وہ تدلیس کے شبہ سے خالی ہو اور لقاءٗ کا امکان ہو تو جمہور محدثین کے نزدیک وہ متصل ہوتی ہے ۱ - دوسرے یہ کہ اگر کوئی ثقہ محدث کسی معنعن روایت کی تصحیح کر دے تو تدلیس کا شبہ مرتفع ہو جاتا ہے -

اور جب ''رفع القلم'' الحدیث کی روایت کی جو معنعن ہے حاکم اور ضیاءٗ مقدسی نے تصحیح کر دی تو مذکورہ دو اصولوں کے مطابق تدلیس کا شبہ بھی ختم ہو گیا اور یہ متصل بھی ہو گئی - اور جب اس حدیث کو متصل مان لیا گیا تو علی سے حسن کا سماع ثابت ہو گیا -

علی کیساتھ حسن کے اتصال کو ثابت کرنے کی یہ صورت اگرچہ روایات اور اصول پر مبنی ہے مگر بہر حال استدلالی ہے - اس سے آگے بڑھ کر ایک صحیح روایت ایسی بھی موجود ہے جو علی سے حسن کے سماع میں صریح ہے -

مسند ابو یعلی کی ایک صحیح اور صریح روایت

مسند ابو یعلی میں ہے ''حدثنا حوثرة بن الاشرس قال اخبرنا عقبة بن ابی الصہباء الباہلی قال سمعت الحسن یقول قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر : الحدیث۲

(حاشیہ: قال سمعت علیا یقول)

---

۱ تقریب نووی ص ۱۳۲ ۲ اتحاف ص ۸۰ - حدیث کا باقی حصہ یہ ہے - ''لا یدری اولہ خیر ام آخرہ''

(ترجمہ) (ابو یعلی کہتے ہیں کہ) ہم سے حوثرہ بن الاشرس نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عقبہ ابن ابی الصہبا الباہلی نے خبر دی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حسن کو یہ کہتے سنا، حسن کہتے ہیں کہ میں نے علی کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے (نہیں معلوم کہ اسکا پہلا حصہ اچھا ہے یا آخری)۔

اس روایت میں "سمعت علیا یقول" (میں نے علی کو یہ کہتے سنا) کے الفاظ صریح طور پر علی سے حسن کے سماع کو بتا رہے ہیں کیونکہ "سمعت" کا صیغہ محدثین کے نزدیک سماع میں صریح ہے[1]۔

اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔ ابو یعلی بالاتفاق حافظ حدیث اور ثقہ ہیں۔ ابن حبان نے ثقات میں ابو یعلی کو اتقان اور دین کے ساتھ متصف کیا ہے[2]۔ حاکم نے ابو یعلی کا ذکر "ثقہ مامون" کے الفاظ سے کیا ہے[3]۔ اور ذہبی نے ان کیلئے حافظ، ثقہ اور محدث الجزیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں[4]۔

حوثرہ[5] کو ابن حبان ثقہ مانتے ہیں، اسی لئے انہوں

---

۱ تقریب نووی ص۱۴۴ ۲ تذکرۃ الحفاظ ۲-۲۴۹

۳ ایضا ۴ ایضا ۲-۲۴۸

۵ علامہ سیوطی کی الحاوی للفتاوی (۲-۱۹۴) میں "حوثرہ" کے بجائے جویریہ ہے اور حسن الزمان خان بھی لکھتے ہیں کہ بعض نسخوں میں جویریہ ہے لیکن وہ وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ حوثرہ ہے جویریہ نہیں (القول ۱-۲۰۰) اور جو وہ کہتے وہی درست ہے۔ کیونکہ جویرہ ابن الاشرس نام کے کوئی راوی نہیں۔

نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے[1] - اور عقبہ کی توثیق امام احمد نے کی ہے[2] -

خلاصہ یہ ہے کہ مسند ابو یعلی کی اس روایت سے جس کے تمام رواۃ ثقات ہیں، علی سے حسن کا سماع صریح طور پر ثابت ہوتا ہے -

---

۱ اتحاف ص ۸۰

۲ ایضا، حسن الزمان خان لکھتے ہیں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس مسند کے رجال میں حسب ذیل حضرات میں سے کسی نے کلام نہیں کیا حالانکہ احوال رجال میں یا تو انکی مستقل تصانیف ہیں یا انہوں نے اپنی روایات کے ذیل میں رجال پر گفتگو کی ہے:-

ابو حنیفہ، مالک، دونوں سفیان، شعبہ، قطان اور ان کے طبقہ کے لوگ، شافعی، ابن مہدی، ابن سعد، احمد، ابن معین، ابن المدینی، فلاس، ابو خیثمہ اور انکے طبقہ کے لوگ، ابو زرعہ، بخاری، ابو حاتم، مسلم، جوزجانی اور ان کے طبقہ کے لوگ، ابو داود، ترمذی، بزار، نسائی، طبری، ابن خزیمہ، بغوی، دولابی، طحاوی، عقیلی، ابن ابی حاتم، ساجی، ابن یونس، ابو احمد حاکم، مسلمہ، اسمعیلی، ابن الجارود، طبرانی، ابن حبان (حالانکہ انہوں نے ائمہ تک کو ضعفاء میں ذکر کیا ہے) ابن عدی (حالانکہ انہوں نے اپنی ''الکامل فی الجرح'' میں یہ شرط کی ہے کہ وہ اس میں ہر ایسے شخص کا ذکر کرینگے جسکے بارے میں کلام کیا گیا ہو چاہے وہ امام ہی کیوں نہو) ابن شاہین، ازدی، دار قطنی، حاکم، ابو نعیم، ابو ذر، بیہقی، خطیب، ابو عمر، ابن طاہر المقدسی، ابن ناصر، ابن جوزی، ابن اثیر، ابن صلاح، ضیاء، ابن قطان، ابن عبدالسلام، سمعانی، ابن عساکر، ابن النجار، نووی، مزی، علائی، ابن الترکمانی، مغلطائی، ابن تیمیہ، ذہبی، سبکی، عراقی، ابن حجر، سخاوی، سیوطی اور ابن عراق - (القول ۲۰۲/۱، ۲۰۳)

محدثین کا ایک اور مسلمہ اصول

محدثین کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ ثقہ مدلس اگر کسی روایت میں اپنے شیخ کو کسی ایسے صیغہ مے بتا دے جو سماع میں صریح ہوتا ہے، مثلاً ''سمعت'' یا ''حدثنا'' تو اس شیخ سے اس کی تمام مرویات مقبول اور متصل ہوتی ہیں[1] خود بخاری میں قتادہ اور سفیانین سے متعدد مرسل احادیث موجود ہیں لیکن چونکہ ان حضرات کا اپنے مروی عنہم سے لقاء اور سماع دوسری روایات سے صریح طور پر ثابت ہے اسلئے ان مرسل احادیث کو بھی متصل کا حکم دیا جاتا ہے[2]۔

حضرت حسن اسمیں شک نہیں کہ مدلس اور کثیرالارسال ہیں، لیکن ان کے ثقہ ہونے میں کسی کو کلام نہیں لہذا جب مسندابی یعلی کی ایک صحیح روایت میں انہوں نے ''سمعت'' کے لفظ سے اپنے شیخ، علی کی تصریح کردی۔ تو مذکورہ قاعدے کے مطابق ان سے ان کی تمام معنعن اور مرسل روایات متصل کے حکم میں ہو گئیں۔

ایک الجھن اور اسکا حل

جب درایت اور روایت دونوں کی رو سے علی کے ساتھ حسن کا اتصال ثابت ہے اور بہت سی معنعن روایات بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن، علی سے بکثرت روایت کرتے ہیں تو ایک الجھن یہ پیدا ہوتی ہے کہ آخر حسن نے علی سے اپنی روایات میں ایسے صیغے کیوں بکثرت استعمال نہ

---

۱ تقریب نووی ص ۱۴۴ ۲ ایضا

he fully approved my suggestion".[1] The commentator of *Fakhr al-Ḥasan*, Aḥsan al-Zamān Khān,[2] says that the treatise had been completed in the life-time of Shāh Wali Allāh, and he is stated to have read it; but he was ill at the time and died soon after.

It appears that the basis of *Fakhr al-Ḥasan* was 'Allāmah Suyūṭi's tract, *Itḥāf al-Firqah*. Mawlānā Fakhr al-Din has added to its contents much useful information although at places he has given lengthy descriptions of some of the eariier works which contain references to this controversy.[3]

In editing the text the present writer has utilized two printsd texts and one manuscript of the *Risālah*.

(1) The text which has been published with its Arabic commentary, *Al-Qawl al-Mustaḥsan*, is the basis of our edition; it is fairly good and correct. It has been referred to as (الأصل).

(2) The Bankipur edition is full of mistakes; it has been referred to as (ب).

(3) The manuscript belonging to Mawlānā Aziz al-Mulk Sulaymānī who says that it has been copied from a manuscript in a private collection in Jaipur. He adds that copies of the *Risālah* were sent by the author to his *khalifahs*. one of whom Mawlānā Ḍiya al-Din, lived in Jaipur. However the manuscript is full of mistakes and interpolations; we have therefore referred to it only rarely,

---

1 *Manāqib*, p. 360.

2 He has written this commentary, *al-Qawl al-Mustaḥsan*, in Arabic; it has been published in two volumes from Hyderabad, Dn. in 1312 H.

The Urdu translation of the treatise by Abu al-Ḥasanāt Mawlānā 'Abd al-Ghafūr Dānāpurī has been published under the title, *'Alī Ḥasan*, from Bankipur in 1903.

3 As for instance he has written more than two pages in praise of Ghazāli's *Iḥya'* and about six pages on Imām Muslim's statement that Ḥasan Baṣrī's contemporaneity with Ḥadrat 'Alī is a clear evidence of their relation as teecher and pupil because both lived in Madīnah. Nevertheless, he has discussed various aspects of this controversy in a scholarly style, like that of the *Muḥaddithīn*.

کئے جو سماع میں صریح ہوتے ہیں - کیونکہ اگر انہوں نے
اسطرح کے صیغے استعمال کئے ہوتے تو اتصال یا عدم اتصال کا
مسئلہ ہی کھڑا نہ ہوتا -

اس الجھن کا حل ہمیں حضرت حسن کے اس جواب سے
ملتا ہے جو انہوں نے اپنے ایک عزیز اور معتمد علیہ شاگرد
یونس ابن عبید کو دیا تھا کہ میں جب ارسال کرتے ہوئے یہ
کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلے اللہ وسلم نے یہ فرمایا' تو وہ روایت
علی سے ہوتی ہے لیکن زمانہ ایسا ہے کہ میں ان کا نام
نہیں لے سکتا[1] -

ملا علی قاری بھی یہی کہتے ہیں کہ وہ علی کا نام اس
لئے حذف کر دیا کرتے تھے کہ کہیں حجاج کی طرف سے کسی
فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں[2] -

گذشتہ اوراق میں جو کچھ عرض کیا گیا اسکے نتیجہ کے
طور پر اگر یہ کہا جائے تو اس کے تسلیم کرنے میں ادنیٰ تامل
بھی نہ ہونا چاہئے کہ علی سے حسن کا اتصال ثابت ہے'
روایتاً بھی اور درایتاً بھی - واللہ اعلم بالصواب -

---

۱ فخر الحسن ص ۲۴ بحوالہ تہذیب مزی -

۲ فخر الحسن ص ۲۵ ' ۲۶ - ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ
حجاج کی طرف سے وہ بڑے ہولناک واقعات سے دو چار ہوئے
لیکن اللہ نے انہیں اس کے شر سے محفوظ رکھا - حجاج جب
کبھی ان کی مجلس میں آتا تھا تو وہ اس کے لئے کھڑے نہ ہوتے
تھے بلکہ جگہ دیدیتے تھے اور وہ ان کے پہلو میں بیٹھ جاتا تھا
اور حسن اپنا سلسلہ' کلام جاری رکھتے تھے (شذرات ۱-۱۳۷)

or social status. When travelling, if he had some transport he would use it only sparingly, allowing others to utilize it for most of the time. He was very particular about keeping his word; in fact he would feel uneasy as long as his promises remained unfulfilled. He was exceedingly polite in conversation and addressed the people as *Ḥadrat*—a mark of respect.[1]

Mawlānā Shāh Fakhr al-Dīn breathed his last on 27 *Jumādā* II 1199/April 1785 at the tomb of Khwājah Bakhtyār Kākī, where also he was laid to rest. He is the author of three works—*Niẓām al-'Aqā'id, Risalah-i-Murjiyah* and *Fakhr al-Ḥasan*.[2]

"The showering of favours on this humble person", writes the author of the *Manāqib*, "began at the time when Ḥadrat Mawlānā (Fakhr al-Dīn) had started writing a treatise on Ḥadrat Ḥasan Baṣrī's meetings (*mulāqāt*) with Ḥadrat 'Alī, as it is through this contact that the *Chishti silsilah* reaches him. This 'book' (*Fakhr al-Ḥasan*) was written in reply to (the charges of) the *Naqshbandī shaykhs*". In fact it was written to refute the statement of Shāh Wali Allāh made in *Qurrat al-'Aynayn* (Delhi, 1310 H., pp, 298—309) that Ḥasan Baṣrī never came into contact with Ḥadrat 'Alī.[3]

"One day" aays the same writer "This humble servant was present before the *Shaykh*. Some pages of the treatise were lying near him: I took them in my hand and read a portion of the book. He asked me about it. I replied that I agreed with his arguments and inquired if he had given any title to it, on which he told me to suggest one. I said, *Fakhr al-Ḥasan* would be a good title for the treatise. He was happy to hear it and said with a smile that

1 As an illustration of his sense of social equality his biographer has said that the sweeper of his house did not turn up for two consecutive days. Thinking that something unusual might have happened he went to his house to inquire if he was well.

2 *Manāqib*, pp. 230-31; 236.

3 The view expressed by K. A. Niẓāmi, (*Tadhkirah-i-Mashāi,kh-Chisht*, p. 476) that the treatise was written as a reply to Shāh Wali Allāh's statement made in his *Intibāh fi Salasil-i-Awliya Allāh* is not correct, although there is a reference to this controversy in that treatise.

Ibrahim Kurdi. His father had also given him lessons in some disciplines including medicine (*ṭibb*). Besides his studies, he was interested in the art of fighting and had actually joined the army; he was closely associated with Niẓām al-Dawlah Nāṣir Jang and Himmat Yār Khān. Subsequently he left the army and retired to Awrangabad where he succeeded his father as a *shaykh* and continued his work.[1]

At the age of thirty-four (1160/1747) he left for Delhi. For some days he stopped at the shrine (*dargāh*) of Khwājah Quṭb al-Dīn Bakhtyār Kākī; he also paid visits to the tombs of Shaykh Niẓām al-Dīn Awliya (d. 725/1325) and Shah Kalim Allah Jahānābādī where his son received him with great cordiality and persuaded him to stay with him for two or three days. For his residence in Delhi he took a house on rent in Katra Phulayl, but shortly after he shifted to and started teaching in the famous *madrasah*, outside Ajmer Gate, which had been founded by Ghāzi al-Dīn, father of the author of the *Manāqib*.[2]

Thus, Mawlānā Fakhr al-Dīn was one of the few persons of his time who imparted instruction in religious sciences along with the work of guiding the people in the spiritual discipline of the *ṣūfis*. A striking feature of his seminary was that its doors were open to all who wanted to be benefited by his guidance—Muslims as well as non-Muslims. In the sacred month of *Ramaḍān*, lessons were given only in *ḥadīth*, and during the last ten dyas even this was discontinued.[3] Like most of the eminent *ṣūfī-shaykhs* he did not only believe in social equality but demonstrated it in his dealings with the people and daily routine of life. He would get up to receive every visitor regardless of his status in society, and he behaved in the same way, even when he was ill.[4] He treated his disciples and acquaintances as equals and never let any one feel that he considered himself to be superior in knowledge

1 *Manāqib*, p. 297.
2 *Ibid.*, pp. 215, 221.
3 *Fakhr al-Ṭālibīn*, p. 76.
4 Cf. *Manāqib*, p. 230.

INTRODUCTION

The Chishti *shaykhs* trace their *silsilah* to Hadrat 'Al, through Hasan Basri, and then to the Prophet. Some scholars, the most famous of them being Shāh Wali Allāh, have however expressed doubts about the fact that Hasan Basri was a pupil of Hadrat 'Ali. Shāh Fakhhr al-Dīn of Delhi wrote a treatise on this controversy which had become rare. It is now being reprinted with a short sketch of the author's life.

Mawlānā Shāh Fakhr al-Din, author of *Risālah Fakhr al-Hasan*, was one of the most prominent of Chhishti *shaykhs* of the eighteenth century. He was an eminent scholar besides being a man of piety, and was highly respected for his human qualities. Some of the leading persons of the time, including members of the Mughul royal family, were enrolled among his disciples[1]. He commanded great influence in the religious and literary circles of Delhi and following the tradition of his *silsilah* sent his *khalifahs* to different parts of the Subcontinent.[2]

Fakhhr al-Dīn was born in 1126/1714 at Aurangabad where his father, Mawlānā Nizām al-Dīn (d. 1142/1730) had settled at the direction of his *pir*, Shāh Kalim Allāh Jahānābadi (d. 1140/1727).[3] His father died when he was only sixteen years old ; he took three more years to complete the course of his studies. Among his teachers may be mentioned the names of Miān Jān Muhammad (who taught him *Fuṣūṣ al-Hikam*, *Ṣadrā* and *Shams Bāzighah* etc.), Mawlānā 'Abd al-Hakim, Hāfiẓ As'ad al-Anṣāri al-Makkī who taught him *hadith* and was a pupil of Shaykh

1 The last Mughul emperor, Bahādur Shāh II, is also stated to have been enrolled as his disciple when he was a young boy. He has written poems in his praise.

2 Shāh Niyāz Ahmad, for instance, was sent to Barelily (U. P.)

3 See *Manāqib-i-Fakhriyah* (Delhi, 1315 H) p. 204-5...